عورت ہی مشقِ ستم کیوں؟

(Waqar Fani,)

خالد بن مجید

زمانہ جاہلیت میں زندہ گاڑھ دیئے جانے سے لے کر فی زمانہ ''عورت'' کا استحصال ختم ہوا نہ تشدد، عصمت دری رُک سکی نہ غیرت کے نام پر گولی کی نذر کر دینے کا سلسلہ ختم ہوا، ہنوز جلا دینے کی رسم بھی جاری ہے اور طرفہ یہ کہ خالقِ کائنات کی اِس خوبصورت تخلیق کو تیزاب کے چند چھینٹے پھینک کر دیکھنے کے قابل بھی نہیں چھوڑا جاتا۔ ظلم یہاں ختم نہیں ہوتا، کہیں کاری، کہیں کالی، کہیں صورہ، کہیں مختاراں ماہی کی صورت، کہیں قندیل اور ملالہ، کہیں فرزانہ وینا، کہیں شاداں اور کہیں ڈیرہ کی شریفاں کو آج بھی وہی حالات درپیش ہیں۔ زمین میں گاڑھ دینا ننگے بدن گلی گلی دوڑانے، جسم نوچنے سے بدرجہ بہتر تھا۔ مٹی ڈال دو، عزت نفس مجروح نہ کرو، زندہ زمین میں دفن کر دو مگر عصمت کو یوں تار تار نہ کرو، روح کو پامال نہ کرو، عورت سے جڑی ہر کہانی خون کے آنسو رُلاتی ہے۔ بدن کانپ اُٹھتا ہے۔ اپنے آپ سے بھی گھن آنے لگتی ہے، آئینہ دیکھو تو ضمیر ہچکولے مارتا ہے، آنکھیں سامنا نہیں کرتیں، مجرم وہ نہیں جس کی ہنسی میں کسی معصوم کی چیخیں دَب کر رہ گئیں، مجرم وہ بھی ہے جو خاموش رہا، جو میں بھی ہوں اور تم بھی ہو۔ انسانوں کے اِس جنگل میں عورت مشق ستم کیوں ہے۔ بازار میں مردانہ خونخوار نظریں ''عورت'' ہی تاڑ میں دکھائی دیتی ہیں۔ گھر ہو یا دفتر ''عورت'' ہی گناہ گار ٹھہرائی جاتی ہے۔ کام کرنے والی کو بھی کام کے قابل نہیں چھوڑا جاتا۔ بے ضمیری جابجا ہے اور ہم مغرب پر الزام دھر کے متقی بن جاتے ہیں۔ عافیت اِسی میں سمجھتے ہیں یہ تو اُس کے ساتھ ہوا ہے۔ نہیں نہیں۔ عورت عزت ہے، ناموس ہے عصمت ہے۔ پاک رِدا ہے، اِسے گول روٹی نہ بنا سکنے کی سزا موت کی صورت کیوں دی جائے۔ اِسے وحشیوں کی طرح کیوں نوچا جائے۔ اِس صنفِ نازک کا آنگ آنگ رال ٹپکاتی نگاہوں کا مرکز کیوں ہو۔ ہمارا دین ہمیں کیا سکھاتا ہے، شریعت کیا بتاتی ہے، تہذیبی اقدار کیوں بھلائی گئیں، عورت کے زخموں پر نمک پاشی ہی مقدر کیوں ٹھہرا۔ مرد اپنے پورے انفرادی مسائل کا ذمہ دار عورت کو ٹھہرا کر تسکین پانے کی ناکام کوشش ترک کیوں نہیں کر دیتا۔ عورت جو ماں بھی ہے، بیٹی بھی، بیوی بھی ہے، بہن بھی۔ اِس کا محافظ کیوں نہیں بنتا، شعور کی دولت نئے نئے دریچے وا کرتی ہے۔ عورت پر ظلم اب ڈھکا نہیں رہتا، اُس کی چیخوں سے جہاں عرش ہلتا ہے، وہاں فرش کے خدا بھی سنتے ہیں۔ آج کی عورت گزرے کل کی عورت سے کہیں توانا ہے۔ آج کی عورت گھر کی سربراہ بھی ہے اور گھر کی محافظ بھی۔ گاڑی چلانے سے جہاز اُڑانے تک کا سفر عورت نے عبور کر لیا ہے۔ زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جہاں عورت نے

اپنی صلاحیتوں کالوہانہ منوایاہو۔اِس کے باوجوداِسے معاشرتی ناہمواریوں کاسامناہے۔پاکستان میں انسانی خدمت کے صف اوّل کے ادارے ہلالِ احمر پاکستان نے بھی ''وومن فورم'' قائم کرر کھاہے جو عورتوں کے حقوق،اِن کی خوشحالی وترقی کے ساتھ ساتھ سماجی مسائل سے نمٹنے کی صلاحیتیں تقسیم کرتاہے۔عورت کو بااختیار بنانے کیلئے ہلالِ احمر ''وومن فورم'' نے متعدد کانفرنسیں، سیمینارز، مباحثوں کااہتمام کیاہے۔پاکستان سمیت دنیابھر میں آج 25 نومبر کو خواتین پر تشدد کے خاتمے کاعالمی دن منایاجارہاہے۔قوانین کے باوجوددنیابھر میں خواتین تشدد کانشانہ بن رہی ہیں۔اس دن کے منانے کامقصد خواتین پر ذہنی، جسمانی تشدداوران کے مسائل سے متعلق آگاہی فراہم کرناہے۔1993 میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں خواتین پر تشدد کے خاتمے کے لیے ایک فریم ورک پیش کیا تھا۔تاہم چوبیس سال سے زائد گزرنے کے بعداب بھی تین میں سے ایک عورت جسمانی یاجنسی تشدد کاسامناکررہی ہے۔ایک فلاحی ادارے کی رپورٹ کے مطابق گزشتہ برس دس ہزار سے زائد خواتین کو تشدد کانشانہ بنایاگیا۔کم عمری میں زچگی یاتیزاب پھینکنے کے باعث جاں بحق ہونے والی خواتین کی تعداد میں گزشتہ سالوں کے مقابلے میں کمی کی بجائے اضافہ دیکھنے میں آیاہے۔صنفی عدم مساوات کے انڈیکس میں شامل 140 ممالک میں پاکستان کانمبر 115 واں ہے۔خواتین پر تشددایک پیچیدہ معاملہ ہے۔ہر معاشرے میں خواتین پر ہونے والے تشدد کی نوعیت منفردہوتی ہے۔اس پر ثقافتی عوامل بھی اثرانداز ہوتے ہیں۔تشدد کی تین بنیادی اقسام ہیں: جنسی، ذہنی اور جسمانی۔دیگراقسام میں گھریلو تشدد، گھریلوبدسلوکی اور عصمت دری شامل ہیں۔پاکستان اور دیگر کئی معاشروں میں کاروکاری یعنی غیرت کے نام پر قتل کردینا،شوہر اور سسرال والوں کی جانب سے تشدد، تیزاب پھینک دینایاگھریلواختلافات میں عورت کوجلادیناتشدد کی عام پائی جانے والی اقسام ہیں۔بعض اوقات روزمرہ کاتشددایسی عورتوں کوخودکشی جیسے سنگین راستے کواپنانے پر بھی مجبور کردیتاہے۔کاروکاری ملک کے کئی حصوں میں ایک عام روایت ہے جسے اس علاقے کی انتظامیہ اور پنچائتوں کی تائید بھی حاصل ہوتی ہے۔کاروکاری، سورہ کے نام پر کئی دوشیزائیں منوں مٹی تلے دب گئیں،اسکول، کالجوں، دفتروں اور بازاروں میں خواتین کوہراساں کرنے کے اعدادوشمار کاشمار ہی نہیں۔تعلیم کی کمی عورتوں پر تشدد کے واقعات کی بنیادی وجوہات میں شامل ہے۔غربت، سماجی اقدار وروایات، مذہبی انتہاپسندی اور جنسی تعصب چندایسے عناصر ہیں جو عورتوں پر تشدد کاباعث بنتے ہیں۔کئی گھرانوں میں بیٹے کی پیدائش کو فوقیت دی جاتی ہے۔بیٹی کی پیدائش پر عورتوں کو نہ صرف شوہر اور سسرال والوں کے طعنوں اور بدسلوکی کا سامناکرناپڑتاہے بلکہ اکثرانہیں جسمانی تشدد کانشانہ بھی بنایاجاتاہے۔اسی طرح پسند کی شادی کرنے یاصرف شکوک کی بنیادپر غیرت کا نام لے کر عورتوں پر تشدد کرنایاانہیں قتل کردینابھی ایک عام روایت ہے۔جائیداد کے تنازعات اور خاندانوں میں لڑائی ختم کرنے کے لیے ایک خاندان کی کم عمرلڑکی کی شادی دوسرے خاندان کے عمررسیدہ فرد سے کرادی جاتی ہے۔جائیداد میں حصہ دینے کے ڈر سے لڑکی کی شادی قرآن سے کرادینابھی ایک ایساجرم ہے جو کئی قبائلی علاقوں میں جاری ہے اور جس پر حکومت بے بس نظرآتی

ہے۔اس حقیقت سے انکار مفر ہے کہ کسی بھی مسئلے کو حل کرنے کے لیےاس کو تسلیم کرنا ضروری ہوتا ہے۔سب سے پہلے حکومتی اور سماجی سطح پر عورتوں پر تشدد کے خلاف کھل کر بات کرنا اور اس سے متعلق ضروری معلومات کا فروغ ضروری ہے۔میری ناقص رائے میں کسی بھی معاشرے میں خواتین پر تشدد کے خاتمے اور ان کے حقوق کے لیے مردوں میں ان مسائل کا ادراک اجاگر کرنا اور انہیں اس مہم کا حصہ بنائے بغیر کامیابی ممکن نہیں۔ تعلیم کو عام کر کے عورتوں کے حقوق کے بارے میں نہ صرف خواتین بلکہ مردوں کو بھی آگاہی دینے کی ضرورت ہے۔عورتوں پر نہ صرف جنسی اور جسمانی تشدد بلکہ ذہنی دباؤ کا بھی اعتراف کرنا اہم ہے۔حکومتی سطح پر عورتوں کے خلاف جرائم کی روک تھام، قانون سازی اور ان کے نفاذ کے بغیر خواتین کے خلاف تشدد کو روکنا ممکن نہیں۔" وومن فورم" اس بات کا متقاضی ہے کہ خواتین کو ہر سطح پر بااختیار بنایا جائے۔اس سال ہم نے 71 واں یوم آزادی منایا ہے 18 ویں ترمیم کے بعد صوبوں کو قانون سازی کرنے کے معاملے میں اختیارات تو سونپ دیئے گئے لیکن اس کے باوجود ہم دیکھیں تو صوبائی سطح پر کہیں بھی خواتین کے تحفظ کے لئے کچھ بھی نہیں کیا گیا۔اگر زمینی حقائق پر نظر ڈالیں تو تشدد آمیز واقعات کے خلاف سزا کیلئے بنائے گئے قوانین سے ابھی کوئی نتائج برآمد نہیں ہو سکے۔عورتوں کو جنسی طور پر ہراساں کئے جانے سے محفوظ رکھنے کا ایکٹ (2010) ،عورت مخالف رسم ورواج کے خاتمے کا قانون، عورتوں پر تیزاب پھینکنے کی روک تھام کا قانون، نیشنل کمیشن آن داسٹیٹس آف ویمن کو بااختیار بنانے کا قانون، قیدی عورتوں کی فلاح کا قانون جیسے اہم قوانین بھی پاس کئے گئے لیکن عمل درآمد نہ ہونے کے برابر دکھائی دیتا ہے۔سنائی یہی دیا جارہا ہے کہ خواتین کی 33% نمائندگی کو بھی ختم کیا جارہا ہے۔ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ خواتین پر ہونے والے تشدد کے حوالے سے سالانہ اعداد و شمار اکٹھے کرے لیکن افسوس یہ کام اس نے آج تک نہیں کیا گیا۔یوں مقامی سطح پر مختلف این جی اوز کی جانب سے اکٹھے کئے جانے والے اعداد و شمار سے سے پتہ چلتا ہے کہ خواتین پر تشدد کے واقعات میں ہر سال کمی آنے کی بجائے اضافہ ہی ہوا ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرے میں عورت اور مرد کے درمیان پائی جانے والی تفریق کا خاتمہ کیا جائے، قوانین کا عملی نفاذ ہوتا کہ ڈیرہ اسماعیل خان کی کوئی "شریفاں" یوں برہنہ دوڑائی نہ جاسکے، اور نہ ہی کوئی درجن بھر درندے کسی مختاراں کی روح تک کو پامال کر سکیں۔